احادیث مبارکہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مواقع کے اعتبار سے الفاظ و تراکیب کا استعمال... معنویت و اثرات کا تجزیاتی مطالعہ

ڈاکٹر صائمہ فاروق*

ڈاکٹر زاہدہ شبنم**

Abstract

Holy prophet SAW was always in search of better opportunities for the training of His companions. He used words and terminologies so beautifully according to the need of the time that listener immediately felt its effects.

An analytical study is being presented that how Holy Prophet SAW saved the opportunities of propagation of Islam and evolution of mankind from being wasted and got full advantage. His every saying was a literary milestone. Different angles of His SAW sayings contained a world of new attraction. He SAW frequently taught the ups and downs of life, sometimes about moral values and sometimes about human life. He SAW looked into the temperament and nature of every individual and took care of their feelings and sentiments. He SAW questioned on selected topics and provoke their assimilation of knowledge. He SAW used such words to invoke the thinking capacity of His companions.

Keywords: Ahadith, *words, terminologies, effects.*

انسانوں میں طبائع و اخلاق کا فرق ایک فطری امر ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی گفتگو میں لوگوں کے تکوین و تخلیق کے اس فرق کے اعتبار سے ان کی نفسیات کا پورا خیال رکھتے، ہر شخص کے مزاج اور طبیعت کا گہرا مطالعہ کرتے اور پھر معاملات میں ان کے مزاج اور ساخت کا خیال رکھتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گفتگو لفظ و بیان کی نمائش کی بجائے سادگی اور حقیقت پسندی اور مخاطب کے لئے درد مندی اور خیر اندیشی کے کے جذبات لئے ہوتے۔ موقع و محل کے مطابق استعمال کئے گئے ان الفاظ و تراکیب سے انسان آگہی بھی پاتا ہے اور سرور بھی حاصل کرتا ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

((انزلوالناس منازلھم))(۱)

”لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے لحاظ سے پیش آؤ“۔

*اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

*ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور

تشبیہات وتمثیلات

آپ ﷺ اپنی بات ذہن نشین کرانے کے لئے بسا اوقات اس خوبی کے ساتھ ایسی چیزوں سے تشبیہ دیتے اور مثالوں میں ایسی چیزوں کو پیش کرتے جو لوگوں کے مشاہدہ میں رہتیں۔ ان امثال سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو ابلاغ کے اس اسلوب پر کس درجہ قدرت حاصل تھی۔ یہ امثال اور تشبیہات دلائل کا درجہ رکھتی ہیں۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ((المومن مرأة المومن والمومن اخوالمومن یکف عنه ضیعته و یحوطه من ورائه))(۲)

"ہر مومن دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے، اس سے ہلاکت کو دور کرتا اور اس کی غیر حاضری میں اس کی حفاظت کرتا ہے"۔

آپ ﷺ جب ایک مومن کو دوسرے مومن کی خیر خواہی کی ترغیب دینا چاہتے ہیں اور اسے اس کی عدم موجودگی میں بات کرنے سے روکنا چاہتے ہیں تو کس قدر خوبصورت لفظی تشبیہ کا استعمال کرتے ہیں کہ المومن مرأۃ المومن یعنی ایک مومن دوسرے مومن کے لئے آئینے کی طرح ہے۔ آئینہ صرف اسی وقت آدمی کے عیب کو ظاہر کرتا ہے جب آدمی آئینے کے سامنے ہو، اگر آدمی سامنے نہ ہو تو آئینے میں کچھ ظاہر نہیں ہوتا۔ اسی طرح ایک مومن دوسرے مومن کی کمی صرف اسی کے سامنے بتاتا ہے، پیٹھ پیچھے نہیں کہتا۔

آپ ﷺ لفظ "مرأۃ" کا استعمال اتنا برمحل کرتے ہیں کہ سامع کے ذہن نشین ہو جاتا ہے کہ اس کا اپنے مسلمان بھائی سے کیا تعلق ہے؟ اس کا رویہ اپنے مسلمان بھائی سے کیسا ہونا چاہیے؟ ایک تو یہ کہ وہ اس کی عدم موجودگی میں کچھ ظاہر نہیں کرتا۔ دوسرا یہ کہ جب وہ سامنے آئے تو اسے اس کے عیب سے خاموشی سے آگاہ کر دیتا ہے اور پھر جسے عیب سے آگاہ کرے اسے بُرا نہیں ماننا چاہیے بلکہ اپنے عیب کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جیسے ایک شخص آئینے میں اپنے داغ دھبے دیکھ کر اسے فوراً دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

أَيْ: آلَةٌ لِإِرَاءَةِ مَحَاسِنِ أَخِيهِ وَمَعَايِبِهِ، لَكِنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَهُ، فَإِنَّ النَّصِيحَةَ فِي الْمَلَأِ فَضِيحَةٌ، وَأَيْضًا هُوَ يَرَى مِنْ أَخِيهِ مَا لَا يَرَاهُ مِنْ نَفْسِهِ كَمَا يُرْسَمُ فِي الْمِرْآةِ مَا هُوَ مُخْتَفٍ عَنْ صَاحِبِهِ فَيَرَاهُ فِيهَا أَيْ: إِنَّمَا يَعْلَمُ الشَّخْصُ عَيْبَ نَفْسِهِ بِإِعْلَامِ أَخِيهِ كَمَا يَعْلَمُ خَلَلَ وَجْهِهِ بِالنَّظَرِ فِي الْمِرْآة ـ(۳)

یعنی یہ ایک آلہ ہے اپنے بھائی کے محاسن و عیوب دکھانے کا لیکن یہ صرف ان دونوں کے مابین ہے کہ لوگوں کے درمیان نصیحت فضیحت بن جاتی ہے کیونکہ وہ اپنے بھائی کی وہ بات دیکھتا ہے جو وہ خود نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ آئینے میں انسان کی وہ شکل ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ ہوتی ہے یعنی انسان اپنے

بھائی کے بتانے سے اپنے عیب جان جاتا ہے جس طرح آئینے میں دیکھنے سے وہ اپنے چہرے کا نقص جان جاتا ہے"۔

آپ ﷺ کی اس مختصر سی تشبیہ نے سننے والے کو یہ گہرا احساس دیا کہ ایک مومن کو دوسرے مومن کی خوشی یا غم کے آثار اس کے چہرے سے پڑھ لینے اور اس کے خوشی اور غم میں اس کا شریک نظر آنا چاہئے۔ ابنِ قیمؒ مثالیں بیان کرنے کی حکمت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَإِنَّهَا تَشْبِيهُ شَيْءٍ بِشَيْءٍ فِي حُكْمِهِ، وَتَقْرِيبُ الْمَعْقُولِ مِنْ الْمَحْسُوسِ، أَوْ أَحَدُ الْمَحْسُوسَيْنِ مِنْ الْآخَرِ، وَاعْتِبَارُ أَحَدِهَا بِالْآخَرِ۔[۴]

"ایک چیز کو دوسری چیز سے حکم میں تشبیہ دینا، معنوی بات کو کسی مادی چیز کے ساتھ یا ایک جیسی چیز کو دوسری مادی چیز کے قریب کرنا اور ایک کا حکم دوسرے کو دینا"۔

پس احادیث مبارکہ ﷺ کی سب مثالیں موقع و محل کے مطابق اور ان کے الفاظ وتراکیب مراد کو قریب کر دینے، مطلب کو سمجھا دینے، ذہن میں مفہوم بٹھا دینے اور الفاظ اور امثال کے ذریعے بات دل میں اتار دینے کے لئے بیان فرمائی گئی ہیں۔ مومنین کے باہمی تعلق کو لفظ "مراۃ" سے تشبیہ دینا جہاں اور بہت سی باتوں کی طرف اشارہ کرتا ہے وہاں باہمی تعلق کی نزاکت کا مفہوم بھی دیتا ہے۔ موقع کی مناسبت سے یہ لفظ مفہوم دیتا ہے کہ مومنین کے باہم تعلق کی بنیاد خیر خواہی ہے اور یہ تعلق اس قدر لطیف اور احساس ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی سے ضائع ہو سکتا ہے۔

اس حدیث مبارک میں آپ ﷺ مومنین کے تعلق کی لطافت اور نزاکت کو بیان کرتے ہیں اور ایک دوسرے موقع پر آپ ﷺ مومنین کے تعلق کے لئے ایسی ترکیب اور تشبیہ کا استعمال کرتے ہیں جو مفہوم دیتے ہیں کہ مومن اپنے بھائی سے قوت اور طاقت حاصل کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

عن ابی موسیٰؓ عن النبی ﷺ قال ((المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا ثم شبک بین اصابعه۔))[۵]

حضرت ابو موسیٰؓ آپ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ مومن دوسرے مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں ڈال کر تشبیک کی"۔

باہم تعاون اور محبت کی فضا پیدا کرنے کے لئے آپ ﷺ کس طرح ایک عمارت سے تشبیہ دیتے ہیں کہ جس طرح عمارت کے اجزاء اور تمام حصے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر پورے مکان کو مضبوط و پختہ بناتے ہیں اسی طرح خواہ معاملہ دین کا ہو یا دنیا کا، مومن کو قوت اپنے مسلمان بھائی سے حاصل ہوتی ہے۔ مواقع کے اعتبار سے الفاظ وتراکیب کا استعمال آپ کے ہاں اپنے کمال پر نظر آتا ہے۔ جب آپ مومنین کے باہم تعلق کی لطافت کو بیان کرتے ہیں تو لفظ

"مراۃ" کا استعمال کرتے ہیں اور جب یہ بتاتے ہیں کہ مومنین باہم ایک دوسرے کے لئے تقویت کا باعث ہیں تو لفظ "بنیان" کا استعمال کرتے ہیں کہ جس طرح کسی عمارت کی اینٹیں باہم ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہوتی ہیں ایک دوسرے کے لئے تقویت کا باعث بنتی ہیں اور جس طرح اینٹوں کے باہم اتصال سے عالیشان عمارت بنتی ہے اسی طرح مسلمانوں کے باہمی اتصال باہمی تعاون اور رفاقت سے ملت اسلامیہ کی شاندار عمارت وجود میں آتی ہے۔ اور پھر اہل ایمان کا یہ باہمی تعلق اور بھی خوبصورت اور دلنشین ہو جاتا ہے جب سننے والا اور دیکھنے والا انگلیوں کے جال کو دیکھتا ہے تو مسلمانوں کے باہمی گہرے تعلق کی صحیح تصویر اس کے سامنے آجاتی ہے۔

ابن قیمؒ آپ ﷺ کی بیان کردہ ان امثال کو اور ان میں موقع و محل کے مطابق استعمال کئے گئے الفاظ و تراکیب کو بیان کرنے کے بعد ان کی نفسیاتی اور تبلیغی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فَفِي الْأَمْثَالِ مِنْ تَأْنِيسِ النَّفْسِ وَسُرْعَةِ قَبُولِهَا وَانْقِيَادِهَا لِمَا ضُرِبَ لَهَا مَثَلُهُ مِنَ الْحَقِّ أَمْرٌ لَا يَجْحَدُهُ أَحَدٌ، وَلَا يُنْكِرُهُ، وَكُلَّمَا ظَهَرَتْ لَهَا الْأَمْثَالُ ازْدَادَ الْمَعْنَى ظُهُورًا وَوُضُوحًا، فَالْأَمْثَالُ شَوَاهِدُ الْمَعْنَى الْمُرَادِ، وَمُزَكِّيَةٌ لَهُ، فَهِيَ ﴿كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَى عَلَى سُوقِهِ﴾ [الفتح: 29] ، وَهِيَ خَاصَّةُ الْعَقْلِ وَلُبُّهُ وَثَمَرَتُهُ۔[۶]

"مثالوں کے ذریعے نفس کو مانوس کرنا، اسکا جلد قبول کرنا اور مثال کے ذریعے بیان کردہ حق کے لئے مسخر ہونا ایسی حقیقت ہے جس سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور جس قدر اس (نفس انسانی) کے لئے مثالیں ظاہر ہوں گی معانی کے وضوح اور نکھار میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔ مقصود کی وضاحت کے لئے مثالیں شواہد ہوتی ہیں گویا وہ ایک کھیت ہے جو اپنی بال نکالتا ہے، پھر اسے مضبوط کرتا ہے، پھر وہ کھیتی موٹی ہو جاتی ہے پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے۔ وہ (مثالیں) تو خاصۂ عقل ہیں، لب لباب ہیں اور عقل کا پھل ہیں"۔

آپ ﷺ کو فصاحت و بلاغت کے اس پہلو پر اور اس اسلوب پر اس حد تک قدرت حاصل تھی کہ صحابہؓ کو یہ ذہن نشین کروانے کے لئے کہ 'ایک مسلمان کی تکلیف سب مسلمانوں کی تکلیف ہے'، بے حد خوبصورت تشبیہ اور موقع کے مطابق ترکیب کا استعمال یوں کرتے ہیں۔

عن النعمان بن بشیرؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ((تری المومنین فی تراحمهم وتوادهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذ اشتکی عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمیٰ۔))[۷]

حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم مسلمانوں کو باہمی محبت و رحمت میں ایک جسم کی طرح پاؤ گے کہ جب اس کا ایک عضو بیمار پڑ جائے تو تمام اعضاء ایک دوسرے کو بخار اور بے خوابی کی طرف بلاتے ہیں"۔

مسلم امۃ کے لئے "المرأۃ" اور "کالبنیان" کے بعد "کالجسد الواحد" کی ترکیب اخوت کے تصور کو منفرد اور اچھوتے انداز میں گہرا تصور دیتی ہے کہ اگر ایک چھوٹے سے عضو میں بھی تکلیف ہو تو پورا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔ دل و دماغ بے چین ہوتے، زبان کراہتی اور چہرہ تکلیف کی عکاسی کرتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان کی خوشی تمام مسلمانوں کی خوشی اور ایک مسلمان کا غم تمام مسلمانوں کا غم ہونا چاہیے۔

سائل کی حالت وکیفیت کو پیش نظر رکھنا

احادیث کے مطالعے کے دوران ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آتا ہے اور سب سے افضل عمل کے بارے میں پوچھتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں کہ "جہاد سب سے افضل عمل ہے۔"

عن ابی سعید الخدری ؓ ان رجلا اتی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: ای الناس افضل؟ فقال: ((رجل لیجاهد فی سبیل الله بماله و نفسه))(۸)

"حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کون شخص افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو جہاد کرے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے مال اور جان سے۔"

ایک دوسرا شخص آتا ہے اور یہی سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں کہ "نماز" سب سے افضل عمل ہے۔

عن ابن مسعودؓ قال سالت النبی صلی الله علیه وسلم ای العمل احب الی الله؟ قال((الصلوة علی وقتها))(۹)

"ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا اللہ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا۔"

ایک شخص آتا ہے اور آپ ﷺ اسے بتاتے ہیں کہ "حسن اخلاق" سب سے بہتر عمل ہے۔

((عن اسامه بن شریک قال: کنت عند النبی صلی الله علیه وسلم و جاء ت الاعراب ناس کثیر من هھنا وهھنا قالوا: یا رسول الله! ماخیر ما اعطی الانسان؟ قال: خلق حسن))(۱۰)

"اسامہ بن شریک بیان کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا کہ آپ ﷺ کے پاس بہت سارے اعرابی ادھر ادھر سے آئے انہوں نے کہا اللہ کے رسول کون سی بہتر چیز انسان کو دی گئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا "اچھا اخلاق"۔

لوگوں کی حالت اور کیفیت کو پیش نظر رکھ کر مختلف لوگوں کو مختلف اعمال کے بارے میں بتانا کہ یہ بہترین عمل ہے، در حقیقت مردم شناسی کا کمال ہے۔ آپ ﷺ مخاطب کی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے یہ جواب دیتے ہیں۔ ایک شخص جو نماز، روزے کی پابندی کرتا اور نوافل کا اہتمام کرتا ہے مگر جہاد سے اسکی طبیعت ابا کرتی ہے، جب وہ افضل عمل کے بارے میں پوچھتا ہے تو آپ ﷺ اسے جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے جہاد کو افضل عمل قرار دیتے ہیں۔ ایک دوسرا شخص جو بہت سی نیکیاں کرتا مگر نماز کی طرف طبیعت پوری طرح مائل نہیں تو آپ ﷺ اس کے لئے نماز کو بہترین عمل قرار دیتے ہیں۔ پھر ایک شخص جو عبادات کو بہتر طریقے پر انجام دیتا ہے لیکن اخلاقی لحاظ سے کمزور ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بتاتے ہیں کہ انسانوں کو دی جانے والی چیزوں میں سے سب سے بہتر چیز ''حسن خلق'' ہے۔

آپ ﷺ کا انسانی نفسیات کے خیال رکھنے کا معاملہ انتہائی حد تک ذہن و فکر کو متاثر کرتا ہے کہ آپ ﷺ کس قدر خیال رکھتے ہیں الفاظ کے استعمال میں کہ جس شخص کو جس بات کی ترغیب دینی ہے اسے اس کی اہمیت کے بارے میں اس طرح آگاہ کرتے ہیں کہ جب وہ افضل عمل کے بارے میں پوچھتا ہے تو اسے سب سے پہلے اس بارے میں بتاتے ہیں جس کی طرف اس کی طبیعت مشکل سے مائل ہوتی ہے۔ الفاظ کا اس طرح مواقع کے مطابق استعمال سامع پر گہرے اثرات چھوڑتا ہے اور وہ اپنی طبیعت کو اس عمل کیلئے آمادہ پاتا ہے۔ جیسے ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آتا ہے چونکہ اس میں غصے کا مادہ زیادہ تھا اس لئے اس نے جتنی مرتبہ بھی یہ درخواست کی کہ مجھ کو کوئی نصیحت فرما دیجئے، آپ ﷺ نے یہی جواب دیا کہ غصہ مت کرو اور یہ معمول تھا آپ ﷺ کا کہ سوال کرنے والا جس حالت و کیفیت کا حامل ہوتا اس کو جواب دیتے ہوئے اس کی حالت و کیفیت کے مطابق ہی الفاظ وتراکیب کا استعمال کرتے۔

عن ابی هریرةؓ ان رجلا قال للنبی صلی الله علیه وسلم اوصنی قال ((لا تغضب))
فردد ذالک مرارا قال ((لا تغضب))[11]

''حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے نصیحت کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ مت کیا کرو، اس نے دوبارہ سوال دہرایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: غصہ مت کیا کرو۔''

گویا آپ ﷺ نے موقع کی مناسبت سے اس شخص کے حق میں اجتناب کے حکم کو بار بار ظاہر کرنا ہی مناسب سمجھا، اسی لئے آپ ﷺ نے غصہ پر قابو پانے کی اہمیت نہیں بتائی بلکہ بار بار یہی کہا کہ ((لا تغضب))۔

مقاصد و الفاظ میں یہ ربط اور مواقع کی مناسبت سے اس قدر برمحل اور خوبصورت استعمال آپ ﷺ کی احادیث میں جا بجا ملتا ہے۔

تفکر وتدبر کا اسلوب

سوالات کرنا اور تبادلۂ خیالات قوت فکر کو ابھارنے اور تعلیم حاصل کرنے میں معاون ہے۔ آپ ﷺ اپنی بات بہتر طور پر ذہن نشین کروانے کے لئے متعین موضوعات کے بارے میں صحابہؓ سے سوال کرتے اور ایسے الفاظ کا استعمال کرتے کہ صحابہؓ کی فکری قوت بیدار ہو، پھر جب صحابہ کرامؓ ان سوالات پر غور وفکر کر لیتے تو آپ ﷺ انہیں صحیح جوابات بتاتے اور جو معلومات انہیں سکھانا چاہتے تھے وہ سکھاتے۔ اس کی ایک مثال ابن عمرؓ کی روایت ہے۔

> عن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ((ان من الشجر شجرة لا يسقط و رقها وانها مثل المسلم، فحد ثونى ماهى؟)) فوقع الناس فى شجرالبوادى قال عبدالله و وقع فى نفسى انها النخلة فاستحببت ثم قالوا حدثنا ماهى يارسول الله صلى الله عليه وسلم قال ((هى النخلة))(۱۲)

> ''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے کہ اس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مسلمان کی مانند ہے۔ پس تم مجھے بتلاؤ کہ وہ کونسا ہے؟ لوگوں کا خیال جنگل کے درختوں کی طرف دوڑا۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ میرے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن میں شرمایا (یعنی شرم کی وجہ سے خاموش رہا) پھر صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں بتلایئے کہ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ کھجور کا درخت ہے۔''

روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ آپ ﷺ کے پاس موجود تھے اور آپ ﷺ کھجور کھا رہے تھے۔ یہاں الفاظ کا استعمال نقطۂ عروج پر پہنچ جاتا ہے جب آپ ﷺ کھجور کھا رہے ہیں اور صحابہؓ کی توجہ منعطف کروانے کے لئے ان خصوصیات کی طرف جو مسلم کو غیر مسلم سے ممتاز کرتی ہیں سوال کرتے اور درخت کی ایک اہم خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اس کے پتے گرتے نہیں ہیں اور پھر اس درخت کو مسلمان سے تشبیہ دیتے ہیں۔ پوچھتے ہیں کہ بتاؤ وہ کونسا درخت ہے؟ آپ ﷺ صحابہؓ کو براہ راست یہ بتانے کی بجائے کہ مسلمان کھجور کے درخت کی طرح ہے ان سے سوال کرتے ہیں۔ یہاں پر یہ الفاظ کہ ''**فحدثونی ماھی؟**'' صحابہؓ کی قوت فکر کو بیدار کرتے ہیں، سمجھنے اور غور کرنے کے لیے ان کے ذہنوں میں انبساط کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور پوری طرح آپ ﷺ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں ''**حدثنا ماھی یارسول اللہ ﷺ**'' اور پھر آپ ﷺ انہیں بتاتے ہیں کہ مسلمان کھجور کے درخت کی طرح ہے، اس کا عقیدہ مضبوط اور راسخ ہے۔

مجھے بتاؤ یا مجھے آگاہ کرو، اس کے لئے عربی زبان میں ''حدثونی''وَصفَ، فَسّر، ضَرَب، ابان، اطّلع اور علّم کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ اور احادیث میں ان الفاظ کا استعمال نظر بھی آتا ہے لیکن یہاں پر آپ ﷺ فرماتے ہیں ''حدثونی'' اور لفظ حدث کے معنی ایسی بات یا خبر بتلانا ہوتا ہے جس سے عام لوگ بے خبر ہوں۔

﴿ وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَـهَا يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴾(۱۳)

''اور انسان کہے گا کہ اس زمین کو کیا ہوا ہے؟ اس روز وہ اپنی خبریں بیان کر دے گی۔''

اور موقع کے مطابق لفظ ''حدثونی'' کا استعمال بلاغت کی انتہا پر ہے کہ آپ ﷺ صحابہ کرامؓ سے ایسی بات ہی پوچھ رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ لوگ عام طور پر اس سے بے خبر ہیں۔

سوالات اور پھر ان کے لئے خاص الفاظ استعمال کرنے کی ایک مثال وہ حدیث ہے جس میں آپ ﷺ صحابہؓ سے ان الفاظ میں سوال کرتے ہیں کہ ان کی فکر و عمل کو جلا ملتی ہے اور حقیقت ان کے ذہنوں میں بیٹھ جاتی ہے۔

((عن ابی هریرۃؓ ان رسول اللهﷺ قال: اتدرون ماالمفلس؟ قالوا: المفلس فینا من لادرهم ولا متاع۔ فقال ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیامة بصلاۃ و صیام و زکوٰۃ و یاتی قد شتم هذا و قذف هذا واکل مال هذا و سفک دم هذا و ضرب هذا فیعطی هذا من حسناته و هذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضیٰ ما علیه اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار)) (۱۴)

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا ہم میں سے مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم ہوں نہ سامان۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مفلس قیامت کے دن وہ ہوگا جو نماز، روزہ، اور زکوۃ لائے گا اور اس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر تہمت باندھی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون کیا ہوگا تو ان کو اس کی نیکیوں سے دیا جائے گا اور اگر اس کے ذمہ حقوق کی ادائیگی سے پیشتر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان کے گناہوں کو لے کر اس پر ڈال دیا جائے گا پھر اس کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا''۔

کس قدر دل پر اثر انداز ہونے والے الفاظ کے استعمال کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہ کو ظلم و زیادتی سے روکتے ہیں۔ لفظ ''مفلس'' کا اس موقع پر اس طرح کا استعمال عربی زبان کی فصاحت و بلاغت اس سے بہتر کوئی نظیر نہیں پیش کر سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس حدیث میں صحابہ کرامؓ کو ''مفلس'' کا ایک نیا معنی سکھاتے ہیں۔ سوال کا اسلوب اور لفظ کا بلیغ استعمال۔ لفظ اور اس کے اس موقع پر استعمال کئے جانے کے مقصد میں ایک خوبصورت ربط پیدا کرتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو بتاتے ہیں کہ مفلس وہ شخص نہیں جس کے پاس مال و متاع نہ ہو، بلکہ امتِ محمدیہ ﷺ کا

مفلس وہ ہو گا جو روزِ قیامت اس حال میں آئے کہ عبادات اس کے پاس ہوں لیکن اس نے حقوق العباد میں کوتاہی کی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکی نیکیاں ان مظلوم لوگوں میں تقسیم کر دیں گے اور اگر پھر بھی اس کے ذمہ کوئی حق باقی رہ گیا تو ان مظلوم لوگوں کی برائیاں اٹھا کر اس کو دے دی جائیں گی اور پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

﴿ فَإِذَا جَاءَتِ الطَّامَّةُ الْكُبْرٰى يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَرٰى فَأَمَّا مَنْ طَغٰى وَاٰثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ﴾[۱۵]

''جب آ جائے گا بڑا حادثہ (قیامت) اس دن یاد کرے گا انسان جس میں اس نے زندگی گزاری سامنے لائے جائے گی جہنم اس کے لئے جو دیکھے پس جس نے سرکشی کی اور ترجیح دی دنیا کی زندگی کو، جہنم اس کا ٹھکانہ ہے''۔

آپ ﷺ جس طرح فصاحت و بلاغت سے بھرپور الفاظ کے ساتھ صحابہؓ سے سوال کرتے اور ان کی توجہ اپنی طرف مبذول کرواتے اور پھر کوئی حقیقت ان کو ذہن نشین کرواتے، اسی طرح آپ ﷺ اپنے مخاطبین کو بھی سوالات کرنے کا موقع دیتے۔ کبھی آپ ﷺ انھیں سوال کرنے کی اجازت دیتے، کبھی سوال کرنے پر آمادہ کرتے اور کبھی سوال کرنے والے کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ احادیث کی کتابوں میں اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں کہ آپ ﷺ اپنی مجلس میں سوالات کا ماحول بناتے اور پھر صحابہؓ کے سوالات کا تسلی بخش جواب دیتے۔ مثلاً ایک بار ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا۔ ((متى الساعة يا رسول الله؟))[۱۶] اب یہی سوال ''حدیث جبرائیلؑ'' میں جبرائیلؑ آپ ﷺ سے کرتے ہیں تو آپ ﷺ کہتے ہیں ((ما المسؤل عنها باعلم من السائل))[۱۷] اور ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہی سوال ایک اعرابی آپ ﷺ سے پوچھتا ہے تو آپ ﷺ جواب دیتے ہیں ((فاذا ضيعت الامانة فانتظر الساعة))[۱۸] ''جب امانت ضائع کی جائے تو قیامت کا انتظار کر'' لیکن انس بن مالکؓ کی اس روایت میں جب اعرابی آپ ﷺ سے یہ سوال کرتا ہے تو آپ ﷺ قیامت کی کچھ نشانیاں بتا دیتے یا آپ ﷺ یہ کہہ کر خاموش ہو جاتے کہ مجھے اس کا علم نہیں یا اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ مگر آپ ﷺ نے جب یہ دیکھا کہ ایک شخص پر قیامت کی فکر طاری ہے اور اس کے وقوع کے بارے میں سوال کر رہا ہے تو آپ ﷺ نے جواب دینے کی بجائے خود سوال کیا: ((ماذا اعددت لها؟))[۱۹] ''تو نے قیامت کے لیے کیا سامان کیا ہے؟'' اس سوال کے ذریعے آپ ﷺ نے یہ بات ذہن نشین کروائی کہ اصل مسئلہ یہ نہیں ہے کہ قیامت کب آئے گی؟ اصل مسئلہ یہ ہے کہ قیامت کے لئے ہم نے کیا تیاری کی ہے؟ آپ ﷺ کے اس سوال نے پوچھنے والے کو خود احتسابی کیفیت میں مبتلا کر دیا۔ اس نے اپنی پوری زندگی کا جائزہ لیا، خوب سوچا اور جواب دیا ((حب

الله و رسوله))[۲۰]"اللہ اوراس کے رسول کی محبت"۔یعنی آخرت کے لئے جو زادِ راہ میں نے تیار کیا ہے وہ اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کا حصول ہے۔آپ ﷺ نے جواب میں یہ جملہ سنا تو فرحت وخوشی سے فرمایا((انت مع من احببت))[۲۱]"تو اس کے ساتھ ہو گا جس سے محبت رکھے"۔یعنی تم خدااوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں کل میدانِ حشر میں خدااوراس کے رسول کا قرب اور معیت حاصل ہو گی۔

امام نووی لکھتے ہیں:

ومن فضل محبة الله و رسوله امتثال امرهما واجتناب نهيهما والتأدب بالاداب الشرعية ولا يشترط فى الانتقاع بمحبة الصالحين ان يعمل عملهم اذلو عمله لكان منهم و مثلهم[۲۲]

"اللہ اوراس کے رسول کی محبت کی فضیلت یہ ہے کہ ان دونوں کے حکم پر چلے اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے اور شرع پر قائم رہے اور صالحین کی محبت میں یہ ضروری نہیں کہ ان کے برابر اعمال کرے کہ وہ تو ان کے مثل ہو جائے گا"۔

احب الصالحين و لست منهم لعل الله يهد يني صلاحا[۲۳]

"میں صالحین سے محبت کرتا ہوں حالانکہ ان میں سے نہیں ہوں، اس لئے کہ شائد اللہ تعالیٰ مجھے بھی صالح بنادے"۔

تسخیرِ قلوب

اس سلسلے کا ایک اہم واقعہ ضماد ازدیؓ کا ہے جن کا تعلق قبیلہ شنوءۃ سے تھا اور جنون وغیرہ کا علاج کیا کرتے تھے۔ایک بار مکہ آئے تو اس خیال سے آپ ﷺ کے پاس آئے کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ اپنے جنون کا علاج ان سے کروالیں۔آپ ﷺ نے یہ سن کر انہیں جن الفاظ میں جواب دیا وہ ضماد کی قلبی ماہیت بھی کر گئے اور آج تک خطبہ میں تمہیدی کلمات کے طور پر امتِ مسلمہ میں رائج چلے آرہے ہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا۔

((ان الحمد لله نحمده و نستعينه ، من يهد الله فلا مضل له، ومن يضلل فلاهادى له، واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريک له و ان محمد اعبده ورسوله، امابعد۔))[۲۴]

"بیشک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں، ہم اسی کہ حمد کرتے ہیں اور اسی کی مدد چاہتے ہیں، جسے اللہ ہدایت دے، اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں ہے اور جسے اللہ ہی راستہ نہ دکھائے تو اس کی کوئی راہنمائی

نہیں کر سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ تنہا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ امابعد"۔

آپ ﷺ اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ ضمادؓ کہہ اٹھے کہ یہ کلمات دوبارہ کہیئے۔ سو آپ ﷺ نے یہ کلمات ان کے سامنے تین بار دھرائے۔ اس کے بعد ضمادؓ بے اختیار پکار اٹھے:

((لقد سمعت قول الکھن و قول السحرة وقول الشعراء فما سمعت مثل کلمات هولاء ولقد بلغن باعوس البحر، قال فقال هات یدک أبایعک علی الاسلام))[٢٥]

"میں نے بہت سے کاہنوں، ساحروں اور شعراء کے کلام سنے ہیں لیکن ایسا (پُر اثر) کلام میں نے آج تک نہیں سنا۔ یہ کلمات تو اتھاہ سمندر کی مانند ہیں، اپنا دستِ مبارک بڑھایئے تاکہ میں اسلام پر بیعت کروں"۔

جہاں ضمادؓ آپ ﷺ کے کلام کی معنویت و وسعت کا اعتراف کرتے ہیں وہیں کلام کے صوتی حسن کی گرفت میں آنے کا برملا اظہار کرتے ہیں۔ کلام کی معنویت پر غور ضمادؓ کے لئے اسی وقت ممکن ہوا، جب صوتی حسن سے ان کی قلبی ماہیت ہو گئی۔ آنِ واحد میں ضمادؓ کی قلبی ماہیت خود آپ ﷺ کے کلام کے صوتی حسن کی گواہ بن گئی۔ لفظ 'ھدی' اور 'ضل' کی صنعت طباق جہاں کلام کو خوبصورت بنا رہی ہے وہیں صنعت تجنیس کی کاریگری ان الفاظ میں نظر آتی ہے اور الفاظ کے صوری حسن میں اضافہ کرتی ہے۔ معنی کی وسعت نے صوتی حسن کو اور اجاگر کر دیا۔ اور ضمادؓ اس کلام سے متاثر ہو کر آنِ واحد میں اسلام قبول کر لیتے ہیں۔

یہ آپ ﷺ کے کلام کا صوتی حسن ہی تھا کہ سخت ترین مخالفت کرنے والے آپ ﷺ کی زبان مبارک سے چند جملے سن کر دامنِ رحمت سے وابستہ ہو جاتے تھے۔ آپ ﷺ کے کلام کا حسن اس لئے بھی بے مثال ہے کہ اس کے پیچھے ایک بڑا مقصد کارفرما ہوتا تھا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَؤُوفٌ رَّحِيمٌ﴾[٢٦]

"بیشک تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آیا ہے جس پر تمہاری تکلیف شاق گزرتی ہے۔ جو تمہاری بھلائی کا بڑا خواہش مند ہے، وہ مومنوں پر نہایت شفیق اور مہربان ہے"۔

آپ ﷺ کے کلام میں ہمیشہ امت کی خیر خواہی کے جذبات کا کارفرما رہنا اور آپ کی دعوت کے سراپا خیر ہونے کی یہ سب سے عمدہ گواہی ہے۔ اور اس کی ایک بڑی مثال نہایت عمر رسیدہ اور تجربہ کار سردار ولید بن مغیرہ کا واقعہ ہے کہ اس نے موسمِ حج کے قریب قریش کے تمام سرداروں کو جمع کیا اور کہا کہ عرب کے وفود تمہارے پاس آنے والے ہیں، انہوں نے تمہارے ساتھی یعنی آنحضور ﷺ کے بارے میں سُنا ہوگا، اس لئے اس معاملے میں تم اپنی ایک رائے قائم کر لو،

تاکہ آپس میں ایک دوسرے کی تردید نہ کرنے لگ جانا۔ کسی نے کہا کہ (نعوذ باللہ) وہ کاہن ہیں، کسی کی رائے تھی کہ وہ (نعوذ باللہ) جادوگر ہیں۔ کوئی کہتا کہ ہم کہہ دیں گے کہ وہ شاعر ہیں۔ ولید نے سرداران قریش کی تفصیلی گفتگو سُنی اور کافی غور و خوض کے بعد کہنے لگا۔

(وَاللَّهِ إِنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي يَقُولُ حَلَاوَةً، وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً، وَإِنَّهُ لَمُثْمِرٌ أَعْلَاهُ مُغْدِقٌ أَسْفَلُهُ، وَإِنَّهُ لَيَعْلُو وَمَا يُعْلَى وَإِنَّهُ لَيَحْطِمُ مَا تَحْتَه)[۲۷]

"اور خدا کی قسم! آپ ﷺ کا قول عجیب قسم کی حلاوت اور شادمانی سے بھرپور ہے اور اس کا بلند و بالا حصہ پھل دار اور اس کا نچلا حصہ نہایت تروتازہ ہے اور یہ کلام یقیناً بلند ہو کر رہے گا اور کبھی مغلوب نہ ہوگا اور سب کو کچل کر رکھ دے گا"۔

آپ ﷺ کے کلام کی اثر انگیزی کا کتنا برملا اور بے ساختہ اظہار ہے۔ مقصدیت اور جذبۂ خیر خواہی نے آپ ﷺ کے کلام کو اس حد تک فصیح و بلیغ اور اس میں اتنا صوتی حسن پیدا کر دیا تھا کہ کفارِ مکہ لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کرتے تھے کہ کہیں وہ آپ ﷺ کی بات سن کر اسے تسلیم نہ کر لیں۔ لیکن بارہا ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے چند الفاظ سنتے ہی سامع نے اپنی ذہنی اور قلبی کیفیت میں حیرت انگیز تغیر محسوس کیا۔ اس کی ایک مثال عتبہ بن ربیعہ کا واقعہ ہے کہ جب کفارِ مکہ نے ایمان لانے والوں کی تعداد روز بروز بڑھتی دیکھی تو عتبہ بن ربیعہ نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ ﷺ کے سامنے کچھ پیش کش اور تجویزیں رکھ کر مفاہمت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور آپ ﷺ کو تبلیغِ دعوت سے باز رکھنے کے لئے بہت سی باتیں کیں، جب وہ کہہ چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اب مجھ سے سنو! آپ ﷺ نے اس کے سامنے سورۃ فصلت کے کچھ آیات تلاوت کیں، آیت سجدہ پر پہنچے تو فرمایا: ابو الولید! تمہیں جو کچھ سننا تھا، سن لیا، اب جیسا تم سمجھو! اللہ تعالیٰ کا کلام اور آپ ﷺ کی آواز عتبہ بن ربیعہ کے دل کی حالت بدل گئی، وہ خاموشی سے اٹھ کر رخصت ہوا اور اپنے دل کی کیفیت کا برملا اظہار یوں کیا:

أَنِّي قَدْ سَمِعْتُ قَوْلًا وَاللَّهِ مَا سَمِعْتُ مِثْلَهُ قَطُّ، وَاللَّهِ مَا هُوَ بِالشِّعْرِ، وَلَا بِالسِّحْرِ، وَلَا بِالْكِهَانَةِ، يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ، أَطِيعُونِي وَاجْعَلُوهَا بِي، وَخَلُّوا بَيْنَ هَذَا الرَّجُلِ وَبَيْنَ مَا هُوَ فِيهِ فاعتزلوه، فو الله لَيَكُونَنَّ لِقَوْلِهِ الَّذِي سَمِعْتُ مِنْهُ نَبَأٌ عَظِيمٌ، فَإِنْ تُصِبْهُ الْعَرَبُ فَقَدْ كُفِيتُمُوهُ بِغَيْرِكُمْ، وَإِنْ يَظْهَرْ عَلَى الْعَرَبِ فَمُلْكُهُ مُلْكُكُمْ، وَعِزُّهُ عِزُّكُمْ، وَكُنْتُمْ أَسْعَدَ النَّاسِ بِهِ [۲۸]

"خدا کی قسم میں نے جو کچھ سنا، اس سے پہلے اس جیسا کلام کبھی نہیں سنا تھا، واللہ نہ وہ شعر ہے نہ وہ کہانت ہے۔ سرداران قریش! میری بات مانو، اور اس شخص (آنحضور ﷺ) کے پیچھے نہ پڑو، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، خدا کی قسم! میں نے جو کچھ سنا وہ بہت بڑی خبر ہے، اگر عرب اس پر غالب آ

گئے تو وہ تمہاری طرف سے اس کو کافی ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ عرب پر غالب آگیا تو اس کی حکومت تمہاری حکومت ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور اس وقت تم اس کی وجہ سے بہت خوش قسمت ثابت ہو گے۔

اللہ رب العالمین نے آپ ﷺ کو صوت کے اس حسن سے نوازا تھا کہ الفاظ و تراکیب کا ایک خوبصورت جہاں آپ ﷺ کے کلام کو لطیف بھی بناتا اور آپ ﷺ کی خوبصورت آواز کانوں کو بھی بھلی محسوس ہوتی اور دلوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی۔ ابن سعد اپنی طبقات میں لکھتے ہیں:

مَا بَعَثَ اللَّهُ نَبِيًّا قَطُّ إِلا بَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ. حَتَّى بَعَثَ نَبِيَّكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَعَثَهُ حَسَنَ الْوَجْهِ حَسَنَ الصَّوْتِ. ۔ [۲۹]

"اللہ نے جو نبی مبعوث کیا وہ خوبصورت اور اچھی آواز والا تھا، یہاں تک کہ اللہ نے تمہارے نبی ﷺ کو مبعوث کیا، سو اسے بھی حسین صورت اور حسین صوت دے کر مبعوث کیا"۔

آپ ﷺ حروف کی دنیا سے ناآشنا تھے، لیکن رب ذوالجلال نے آپ ﷺ کو لطافتِ علمی اور صوتی حسن کا ایسا سر چشمہ بنا دیا اور آپ ﷺ کے طرزِ عمل، آپ ﷺ کی خاموشی اور آپ ﷺ کے الفاظ سے علم کا وہ جہاں نمودار ہوا کہ دنیا بھر کے علماء اور تعلیمی ادارے آپ ﷺ کے علوم کا احاطہ کرنے سے قاصر رہ گئے۔ لوگ آپ ﷺ کی باتوں کو جمع کر کے محدث، عالم اور خطیب بن گئے۔ علم و فن کے معیار وجود میں آئے۔ یہ سب ممکن ہوا کہ امت کے لئے خیر خواہی اور محبت و شفقت کے جذبات نے آپ ﷺ کے الفاظ کو وہ نرالی شان عطا کی کہ معنویت و وسعت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کے کلام کا صوتی حسن بھی بہت دل آویز اور جاندار ہے۔ قبیلہ دوس کا اسلام لانا، آپ ﷺ کے کلام مبارک کے صوتی حسن کا ہی اثر ہے۔

ابنِ قیمؒ بیان کرتے ہیں کہ جناب طفیل دوسیؓ قریش کی باتوں سے متاثر ہو کر اپنے کانوں میں کپڑا ٹھونس لیا کرتے تھے۔ تاکہ آپ ﷺ کی بات نہ سن سکیں۔ ایک روز اسی حال میں مسجدِ حرام میں گئے تو آپ ﷺ کو نماز پڑھتے پایا۔ دل میں خیال آیا کہ میں خود کلام کے حسن و قبح سے واقف ہوں، آپ ﷺ کو سنتا ہوں اگر آپ ﷺ کا کلام اچھا اور بہتر ہوا تو قبول کر لینا چاہیے۔ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے، آپ ﷺ کے پاس آ کر کلام سننا شروع کیا اور جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہو کر واپس چل دیئے تو طفیل دوسی بھی پیچھے پیچھے گھر پہنچ گئے سارا ماجرا سنایا اور بتایا کہ میں نے آپ ﷺ کا کلام سنا ہے، آپ ﷺ مجھے اپنی دعوت پیش کیجئے کہ خدا کی قسم! میں نے اس سے بہتر کلام آج تک نہیں سُنا۔ پھر وہ اسلام لے آئے اور آپ ﷺ سے اجازت لے کر اپنی قوم میں تشریف لے گئے۔ ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کی دعوت پر بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے۔ [۳۰]

گویا آپ ﷺ کے الفاظ و تراکیب ایسی خوبیوں کے حامل تھے کہ وہ قاری اور سامع کے فہم وادراک میں سماتے، ان کے دلوں تک پہنچتے اور ان کے فہم وادراک کو کائنات کی وسعتوں اور نئی نئی جہتوں سے آشنا کروانے میں پوری طور پر کامیاب رہتے۔

قاضی عیاضؒ نے سیرت نبوی ﷺ کے موضوع پر اپنی تصنیف "الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ﷺ" کی ایک فصل آنحضور ﷺ کی فصاحت و بلاغت اور جوامع الکلم کے لئے مختص کی ہے۔اس میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا فَصَاحَةُ اللِّسَانِ، وَبَلَاغَةُ الْقَوْلِ، فَقَدْ كَانَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ بِالْمَحَلِّ الْأَفْضَلِ، وَالْمَوْضِعِ الَّذِي لَا يُجْهَلُ، سَلَاسَةَ طَبْعٍ، وَبَرَاعَةَ مَنْزَعٍ، وَإِيجَازَ مَقْطَعٍ، وَنَصَاعَةَ لَفْظٍ، وَجَزَالَةَ قَوْلٍ، وَصِحَّةَ مَعَانٍ، وَقِلَّةَ تَكَلُّفٍ. (۳۱)

"جہاں تک فصاحت لسانی اور بلاغتِ زبانی کا تعلق ہے تو نبی ﷺ اس میدان میں افضل ترین مقام کے مالک تھے۔آپ ﷺ کا مرتبۂ فصاحت کسی سے پوشیدہ نہ تھا، طبیعت کی سلاست و روانی، معانی پیدا کرنے کا کمال، جامع و مختصر جملے بولنا، ستھرے اور چمک دمک والے الفاظ، صحت معانی اور ہر بات بے تکان اور بے تکلف و تصنع بولنا آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا حصہ تھا"۔

مصادر و مراجع

(۱) ابو داؤد، سلیمان بن اشعث بن اسحاق ، السجستانی ، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی تنزیل الناس منازلھم، ح: ۴۸۴۲، دار السلام، الریاض، ط: الاولی، ۱۴۲۰ھ، ۱۹۹۹م

(۲) سنن ابی ابوداؤد، ح: ۴۹۱۸

(۳) علي بن محمد، أبو الحسن نور الدين الملا الهروي القاري, مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب البر والصلۃ، ح: ۴۹۸۵, دار الفکر، بیروت, لبنان ط: الأولى، 1422ھ-2002م

(۴) محمد بن أبي بكر. ابن قیم الجوزیۃ، اعلام الموقعین، ۱۱۶: ادارالکتب العلمیۃ، بیروت ط: الأولى، ۱۴۱۱ھ ،۱۹۹۱م

(۵) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری، کتاب الادب، باب تعاون المومنین بعضھم بعضاً، ح: ۶۰۲۶، دار السلام، الریاض، ط: الثانیۃ، ۱۴۱۹ھ، ۱۹۹۹م

(۶) اعلام الموقعین، ج: ۱، ص: ۱۸۳

(۷) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والبہائم، ح: ۶۰۱۱

(۸) مسلم بن الحجاج، ابو الحسین، صحیح المسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الجهاد و الرباط، ح: ۴۸۸۶، دار السلام، الریاض، ط: الثانیۃ، ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۰ء

(۹) صحیح البخاری، کتاب مواقیت الصلوۃ، باب فضل الصلوۃ لوقتھا، ح: ۵۲۱

(۱۰) بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، الادب المفرد، ح: ۶۰۱، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، ط: الثالثۃ ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء

(۱۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ح: ۶۱۱۶

(۱۲) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب قول المحدث: حدثنا، اجرنا، وأنبانا، ح: ۶۱

(۱۳) سورۃ الزلزلۃ (۹۹): ۴

(۱۴) صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب تحریم الظلم، ح: ۶۵۴۹

(۱۵) سورۃ النازعات (۷۹): ۲۵-۲۹

(۱۶) صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب المرء مع من احب، ح: ۲۶۳۹

(۱۷) صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والسلام...، ح: ۵۰

(۱۸) صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من سئل علما...، ح: ۵۹

(۱۹) صحیح المسلم، کتاب البر والصلۃ والادب، باب المرء مع من احب، ح: ۲۶۳۹

(۲۰) ایضاً

(۲۱) ایضاً

(۲۲) النووی، محیی الدین یحیی بن شرف، ابو زکریا، المنهاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج: ۱۶، ص: ۱۸۶، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ط: الثانیۃ، ۱۳۹۲ھ

(۲۳) العفانی، سید بن حسین بن عبداللہ، ابو التراب، وَامحمداہ ﷺ [انَّ شَانئک هوالابتر]، ج: ۱، ص: ۵۸۸، دار العفانی، مصر، ط: الاولی، ۱۴۲۷ھ، ۲۰۰۶م

(۲۴) صحیح المسلم، کتاب الصلاۃ، باب، تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ح: ۲۰۰۸

(۲۵) صحیح المسلم، کتاب الصلاۃ، باب، تخفیف الصلاۃ والخطبۃ، ح: ۲۰۰۸

(۲۶) سورۃ التوبۃ (۹): ۱۲۸

(۲۷) أبو عبداللہ الحاکم محمد بن عبداللہ، النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، المستدرک علی الصحیحین، ح: ۳۸۷۲، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ط: الأولی، ۱۴۱۱ھ، ۱۹۹۰م

(۲۸) عبدالملک بن هشام، أبو محمد، جمال الدین، السیرۃ النبویۃ، ج: ۱، ص: ۲۹۴، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبي وأولادہ بمصر، ط: الثانیۃ، ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۵م

(۲۹) أبو عبد اللہ محمد بن سعد بن منیع الھاشمی بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد، الطبقات الکبری، ج:۱، ص:۲۸۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت ط: الأولی، ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰م

(۳۰) محمد بن أبي بکر، ابن قیم الجوزیۃ، زاد المعاد، ج:۳، ص:۵۴۷، مکتبۃ المنار الإسلامیۃ، الکویت، ط: السابعۃ والعشرون، ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴م

(۳۱) عیاض بن موسی عمرون الیحصبی السبتی، ابو الفضل، الشفا بتعریف حقوق مصطفی ﷺ، ج:۱، ص:۱۶۷، دار الفیحاء، عمان، ط: الثانیۃ، ۱۴۰۷ھ۔